بسم الله الرحمن الرحيم

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين

أَمَّا بَعْدُ،

31-شرح العقیدۃ الواسطیۃ

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور پچھلے درس میں ہم بات کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کی صفت محبت کے بیان کے تعلق سے اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وقوله تعالى: ﴿وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾(الحجرات:9)“۔

اور یہ دوسری آیت ہے اللہ تعالیٰ کی صفت محبت کے بیان میں جس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿وَأَقْسِطُوا﴾ فعل اُمر ہے اور اِقساط اور قسط میں فرق ہے (اِقساط ہمزۃ کی یعنی الف کے ساتھ اور قسط بغیر ہمزۃ کے کیونکہ جو قَسَطَ ہے وہ فعل ثلاثی ہے اور اور اَقسط فعل رباعی ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ”بل هو من فعل رباعي، فالهمزة فيه همزة النفي“، جو فعل رباعی ہوتا ہے جب اس میں ہمزۃ لگا دیا جاتا ہے فعل ثلاثی پر تو ہمزۃ نفی کے لیے ہوتا ہے اگر فعل ثلاثی پر داخل ہو جائے تو اس کے معنی کو منفی کر دیتا ہے، فعل قَسَطَ جو ہے قَسَطَ کہتے ہیں یعنی ظلم کرنے کو جب اس میں ہمزۃ لگا دیا جاتا ہے اور اَقسَطَ ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے "اَقسَطَ" یعنی عدل وانصاف کیا۔

"قَسَطَ" ظلم ہے، اور "اَقسَطَ" جو ہے ہمزۃ کے ساتھ اس کے بالکل اپوزٹ (Opposite) معنی ہے یعنی ظلم کی نفی کر دی گئی ہے۔ جب ظلم کی نفی ہوتی ہے تو پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ عدل وانصاف نکلتا ہے۔

اَقسَطَ یعنی: (۱)"أزال القسط" (ظلم کو ختم کر دیا)،اسے ہمزۃ السلب بھی کہا جاتا ہے۔(۲) دوسری مثال ہے "خطئ وأخطأ"۔دونوں میں کیا فرق ہے؟

"خطئ" جو ہے غلطی ہوئی ہے جان بوجھ کر عمداً، "أخطأ" میں بغیر قصد کے غلطی ہو گئی ہے "عن غیر عمد"۔

تو﴿اَقۡسِطُوۡا﴾ سے مراد ہے "اعدلوا"،اور عدل وانصاف واجب ہے ہر اس چیز میں جس میں برابری واجب ہے،اور یہ عدل جو ہے یہ شامل ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے میں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی بارش برساتا ہے اپنی بندوں پر اور عدل یہ ہے کہ ان نعمتوں کا شکر کرنا چاہیے،اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرتا ہے عدل یہ ہے کہ اس حق کی پیروی کی جائے اور اس عدل وانصاف میں مخلوق کے ساتھ معاملات میں بھی عدل وانصاف شامل ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس طریقے سے پیش آیا جائے جیسا کہ آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ سے لوگ پیش آئیں،اس لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:"مَن أحبَّ أنْ يُزَحزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الجَنَّةَ فَلْتأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤمِنُ باللهِ وَاليومِ الآخِرِ، وَلْيأتِ إلَى النَّاسِ ما يُحِبُّ أن يُؤتَى إلَيهِ"((صحیح مسلم کی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں) جو یہ پسند کرتا ہے کہ اسے جہنم کی آگ سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اس کو موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ ایسے پیش آئے جیسے وہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اُس سے پیش آئیں)۔

سبحان اللہ کتنا پیارا پیغام ہے! جو یہ پسند کرتا ہے کہ اسے دوزخ کی آگ سے دور کر دیا جائے، جہنم کے عذاب سے نجات اور جنت میں داخل کر دیا جائے (اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم انعام اور احسان اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت سب سے بڑا فضل وکرم جنت ہے جنت میں داخل ہو جائے) تو کرنا کیا ہے اسے کہ اسے موت کس حالت میں آئے؟ "يُؤمِنُ باللهِ وَاليومِ الآخِرِ" ایمان پر۔

عقیدہ صحیح ہونا چاہیے اسی پر اس خاتمہ ہونا چاہیے اور خاتمہ کسی شخص کا اس چیز پر ہو جس چیز پر وہ ہمیشگی اختیار کرتا ہے توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے "إنَّمَا الأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ" اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ جب ایمان اللہ تعالیٰ پر مضبوط ہے آخرت کے دن پر بھی ایمان مضبوط ہے یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے

مخلوق کا حق کیا ہے؟

کہ لوگوں سے کیسے پیش آنا چاہیے، جیسا کہ ہم پسند کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے ساتھ کیسے پیش آئیں تو ہمیں بھی وہی کرنا چاہیے دوسروں کے ساتھ ،اگر میں پسند کرتا ہوں کہ کوئی شخص جب مجھ سے بات کرے تو نرمی سے کرے پیار سے کرے ادب واحترام سے بات کرے تو ظاہر ہے لوگ بھی یہی پسند کرتے ہیں کہ اُن سے اس طریقے سے بات کی جائے ،اگر میں پسند کرتا ہوں کہ کوئی مجھ پر ظلم نہ کرے تو لوگ بھی یہی پسند کرتے ہیں کہ اُن کے ساتھ کوئی ظلم نہ کرے اُن پر کوئی ظلم نہ کرے، یہ قاعدہ ہے یاد رکھیں"وَليأتِ إلَى النّاسِ ما يُحِبُّ أن يُؤْتَى إلَيهِ"۔

اور اس عدل وانصاف میں شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) یہ بھی شامل ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ ایسے پیش آئیں جیسا کہ آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ پیش آیا جائے،اس کی مثال شیخ صاحب دیتے ہیں کہ اگر آپ کسی شخص کے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے وہ معاملہ اپنے اوپر پیش کریں کہ اگر کوئی شخص آپ سے اس طریقے سے پیش آئے جیسا کہ آپ نے ابھی اس شخص کے ساتھ پیش آنا ہو کیا آپ اس سے راضی ہوتے ہیں کہ نہیں؟ اگر آپ اس سے راضی ہوتے ہیں تو پھر اس شخص سے یہ معاملہ طے کرو،اور اگر آپ راضی نہیں ہوتے تو اس سے رُک جاؤ۔

اس عدل وانصاف میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بچوں(اپنی اولاد) اور بچوں کے بیچ میں بھی عدل وانصاف شامل ہے عطیات میں ہبات میں اُن کے خرچ میں،اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں"فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ" (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے بیچ میں عدل وانصاف کرو)۔

((یہ متفق علیہ حدیث ہے صحیح بخاری، مسلم میں))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)،اور اس میں ورثے کی تقسیم میں بھی عدل وانصاف شامل ہے جس شخص کا جو حصہ بنتا ہے شرعاً وہی حصہ اسے ملے گا اور کسی وارث کے لیے بھی کوئی وصیت جائز نہیں ہے،اگر کسی وارث کے لیے کوئی وصیت کسی نے کر دی ہے تو اس نے ظلم کیا ہے۔

تو عدل وانصاف میں یہ بات بھی شامل ہے ﴿اَقۡسِطُوۡا﴾ کے لفظ میں یہ انصاف بھی شامل ہے کہ وراثت کے مال کی تقسیم بھی عدل وانصاف پر قائم ہو۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اور اس عدل ونصاف میں بیویوں کے بیچ میں بھی عدل وانصاف شامل ہے اگر کسی شخص کی یعنی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو ان بیویوں میں بھی عدل وانصاف شامل ہے، اُن کے رہن سہن میں اور اُن کا جو نان نفقہ ہے سب میں عدل وانصاف شامل ہے۔

اور اس میں اپنے نفس پر بھی عدل وانصاف شامل ہے (کہ انسان اپنے ساتھ بھی عدل و انصاف کرے) یہ بھی ﴿اَقۡسِطُوۡا﴾ میں شامل ہے۔

((ایک لفظ میں دیکھیں سبحان اللہ ﴿وَاَقۡسِطُوۡا﴾ ایک ہی لفظ ہے اس میں دیکھیں کتنا وسیع معنی ہے))۔

اپنے نفس کے ساتھ کیسے عدل ونصاف کیا جاتا ہے؟

کہ سب سے پہلے اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے جو وہ اٹھا نہ سکے، اور جو ربّ کا حق ہے اُس حق کی ادائیگی کرنی چاہیے جو ہمارے اوپر واجب ہے، اور جو ہمارے نفس کا حق ہے اُس کو مکمل کرنا چاہیے اُس حق کی ادائیگی بھی کرنی چاہیے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور اس پر آپ قیاس کیجیے گا، دیکھیں کہ ہر معاملے میں عدل وانصاف شامل ہے (یعنی یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ ﴿اَقۡسِطُوۡا﴾ کے لفظ میں عدل وانصاف کا جو لفظ ہے بہت وسیع معنی رکھتا ہے۔ آپ خرید وفروخت میں آجائیں، آپ کسی معاملے میں آجائیں اُس میں عدل وانصاف لازمی ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور اس پر ایک بات کی تنبیہ بھی واجب ہے کہ بعض لوگ جو ہیں وہ عدل کی جگہ مساوات اور برابری کا لفظ استعمال کرتے ہیں (ذرا غور سے سنیں بڑی پیاری بات ہے اور علمی نکتہ ہے) اور یہ غلط ہے ''وهذا خطأ'' یہ غلط ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ مساوات یا برابری۔ کیوں وجہ کیا ہے؟ (ذرا سنیں) وجہ یہ ہے کہ برابری کے لفظ میں یا برابری کا معنی یہ ہے کہ دو چیزوں کے بیچ میں برابری کی جائے اور ان کو جمع کیا جائے جن کے بیچ میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ اُن میں فرق ہو، حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان دو چیزوں میں فرق ہونا چاہیے لیکن برابری کے لفظ سے انہیں برابر کر دیا جاتا ہے۔

اور پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اور اس دعوت جو ناانصافی پر قائم ہے جو برابری کی طرف دعوت دیتے ہیں یہ لوگ جو برابری کا نعرہ لگاتے ہیں یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے مرد اور عورت میں! نر اور مادہ میں کوئی فرق نہیں ہے کہتے ہیں ان دونوں کے بیچ میں برابری کرو!

یہاں تک کہ جو کمیونسٹ (Communist) ہیں شیوعی قسم کے لوگ ہیں کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں حاکم اور محکوم کے بیچ میں کسی پر کسی کا کوئی زور نہیں چلتا، یہاں تک کہ باپ کا بھی بیٹے پر کوئی زور نہیں ہے، اور اسی طریقے سے پھر وہ جہاں پر تفریق لازم آتی ہے یعنی ان میں برابری کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، جب ہم بات کرتے ہیں عدل وانصاف کی تو عدل کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے (عدل کا معنی ہے ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے)، اور برابری کا معنی ہے کہ سب کو برابر کر دیا جائے اور برابر کرنے سے حق تلفی ہو جاتی ہے، لیکن عدل میں جب حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے تو سب کا حق انہیں مل جاتا ہے جو شرعاً اس کا حق ہے تو اسے عدل وانصاف کہتے ہیں، جب ہم یہ بات کرتے ہیں کہ ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے تو جو اصل محذور ہے برابری میں وہ ختم ہو جاتا ہے اور صحیح عبارت جو ہے وہ سامنے آجاتی ہے۔

اور اس کی دلیل کیا ہے دیکھیں ذرا کہ برابری کا لفظ غلط ہے اور عدل وانصاف کا لفظ جو ہے وہ صحیح ہے وہی استعمال کرنا چاہیے شیخ صاحب فرماتے ہیں، قرآن مجید میں کبھی بھی برابری کا حکم آیا ہی نہیں ہے جہاں پر بھی لفظ آیا ہے تو عدل وانصاف کا لفظ آیا ہے بلکہ برابری کی نفی لازم آئی ہے قرآن مجید میں (برابری کی نفی کر دی گئی ہے) تسویہ کی نفی ہے اور عدل وانصاف کو لازم قرار دیا گیا ہے، آیئے دیکھے ہیں کیسے:

شیخ صاحب فرماتے ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے برابری کا حکم نہیں دیا ہے لیکن قرآن مجید میں یہ آیا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ (النحل:90) إلى آخر الآية۔ دوسری آیت میں ﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء:58)۔

تو یہاں پر کس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے؟ "بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل و انصاف کا"، برابری کا لفظ نہیں ہے۔اور جب تم فیصلہ کرو لوگوں کے بیچ میں تو ﴿اَنۡ تَحۡكُمُوۡا﴾ کس بنیاد پر فیصلہ کرو برابری کی بنیاد پر یا عدل و انصاف کی؟ عدل کی بنیاد پر۔

پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں،اور لوگوں نے غلطی کی ہے اسلام میں جس نے یہ کہا ہے کہ دین اسلام جو ہے وہ برابری کا دین ہے۔

ذرا غور سے سنیں، یہ نعرہ آپ سنتے ہیں اور اکثر جہل مرکب کا شکار لوگ جو ہوتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ دین اسلام برابری کا دین ہے۔ صحیح لفظ کیا ہے؟ کہ دین اسلام عدل وانصاف کا دین ہے۔یہ لوگ کیا نعرہ لگاتے ہیں برابری والے؟ کہ دین اسلام برابری کا دین ہے۔یہ نعرہ غلط ہے اس کی تصحیح کیسے ہوتی ہے اس نعرے کی؟ کہ دین اسلام جو ہے وہ عدل وانصاف کا دین ہے۔

دونوں میں فرق کیا ہے؟ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دین اسلام برابری کا دین ہے مطلب ہے حق تلفی ہو گئی ہے، جب آپ سب کو برابر کر دیتے ہیں مرد وزن کو، حاکم محکوم کو، باپ بیٹے کو، میاں بیوی کو سب کو برابر کر دیتے ہیں تو یقیناً حق تلفی ہو جاتی ہے۔

﴿وَلَيۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰى﴾(آل عمران:36) ایسا ہے نا؟ مرد وزن دونوں ایک جیسے ہیں؟ جب ایک جیسے نہیں ہیں تو ان کے حقوق بھی ایک جیسے نہیں ہیں، اسی طریقے سے حاکم اور محکوم کے اپنے اپنے حقوق ہیں، والد کے اپنے ہیں، اولاد کے اپنے اپنے ہیں تو برابر نہیں ہو سکتے۔

دو برابر چیزوں کو جمع کرنا اور جو دو متفرق چیزیں ہیں ان کو تفریق ڈالنا ان کو الگ الگ کرنا یہ تو عدل وانصاف ہے جو دو برابر چیزیں ہیں اُن میں تو برابری ہو سکتی ہے نا جو ہیں ہی متفرق اُن میں برابری کیسے ہو سکتی ہے؟!

لیکن جو یہ کہتے ہیں جو لفظ استعمال کرتے ہیں برابری کا اور اُن کا مقصد عدل وانصاف ہوتا ہے تو اُن سے لفظ میں خطاء ہوئی ہے (معنی تو یہی سمجھتے ہیں بعض لوگ لیکن لفظ وہ برابری کا استعمال کرتے ہیں) یہ غلط ہے اُن کو عدل وانصاف کا لفظ استعمال کرنا چاہیے، اور اکثر قرآن مجید میں اس برابری کی نفی کا پیغام موجود ہے دیکھیں ذرا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

1-﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(کیا برابر ہیں وہ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے)(الزمر:9)۔

(یعنی برابر نہیں ہیں یقیناً، تو اس میں برابری کی نفی کی گئی ہے)۔

2-دوسری آیت میں دیکھیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ﴾ إلی آخر الآیۃ (کیا اندھا اور بینا برابر ہیں؟ کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہے؟)(الرعد:16)۔(یقیناً نہیں ہے تو یہاں پر بھی نفی کردی گئی ہے برابری کی)۔

3-تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا﴾إلی آخر الآیۃ(الحدید:10)۔

(یہاں پر بھی نفی کردی گئی ہے، فتح سے پہلے اور فتح کے بعد لوگوں کے بیچ میں کہ دونوں نے اللہ کے راستے میں جو نفقہ کیا ہے دونوں برابر نہیں ہیں، جبکہ عمل دونوں کا ایک جیسا ہے)۔

4-اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾إلی آخر الآیۃ(النساء:95)۔

(یہاں پر بھی نفی کردی گئی ہے دونوں کے بیچ میں، وہ مومن جو بغیر عذر کے جہاد میں شریک نہیں ہوئے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلے ہیں)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (بڑی پیاری بات ہے!)، قرآن مجید میں ایک حرف بھی نہیں ہے ہرگز نہیں ہے جس میں برابری کا حکم ہو (ایک حرف بھی نہیں ہے!) لیکن عدل وانصاف کا حکم موجود ہے۔

اور پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لفظ ہے لفظ بھی دیکھیں "مساوات اور عدل"، لفظ عدل جو ہے لوگوں کے نفس میں ایک گہرا اثر رکھتا ہے (نفس پسند کرتی ہے لوگ اس لفظ کو پسند کرتے ہیں "عدل، انصاف")۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، میں یہ پسند کرتا ہوں کسی چیز کی تنبیہ کروں کہ ہماری بات ایسے نہیں ہونی چاہیے (یعنی بغیر سمجھ کے) کیونکہ بعض لوگ بعض باتوں کو ایسے لے لیتے ہیں بغیر اس کی دلالت پر غور و فکر کرتے ہوئے اور اس بنیاد پر اس بات کو یا اس لفظ کو رکھا گیا ہے اس پر غور نہیں کرتے جبکہ ایسا ہونا چاہیے۔

اب برابری کا لفظ ہے، عدل و انصاف کا لفظ ہے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو برابری سے ہی انصاف ممکن ہوتا ہے جبکہ یہ بات غلط ہے، جہاں پر برابری ہونی چاہیے وہاں پر انصاف بھی ہوتا ہے لیکن ہر معاملے میں برابری سے انصاف نہیں ہوتا ایسا ہے نا؟ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: 11) برابری ہے یا انصاف ہے؟

اگر کوئی بیٹا بیٹی کو برابر دینا چاہے اور وراثت میں لکھ دے کہ میری بیٹی اور بیٹے کا برابر کا جو حصہ ہے ہونا چاہیے ہماری وراثت میں ظلم ہے کہ نہیں برابری ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ برابری ہو گئی ہے۔ لیکن ظلم لازم آیا ہے کہ نہیں آیا؟ تو اس کا مطلب ہے کہ برابری اور چیز ہے اور عدل انصاف اور چیز ہے۔ عدل و انصاف کا معنی ہے کہ جس کا جو حق ہے شرعاً وہی حق اسے دیا جائے۔

بیٹے کا کیا حق ہے کہ بیٹی سے دگنا حصہ لے گا کہ نہیں؟ دگنا حصہ لے گا۔ اگر آپ چار حصے میں سے دو حصے بیٹے کو اور دو حصے بیٹی کو دیتے ہیں تو یقیناً ناانصافی کریں گے، جو حق بیٹے کا ہے وہ اسے ملنا چاہیے جو حق بیٹی کا ہے وہ اسے ملنا چاہیے (دو حصے بیٹے کے لیے اور ایک حصہ ہے جو ہے وہ بیٹی کے لیے یہ شرعاً جو ہے عدل و انصاف ہے)۔

((یعنی ایک چھوٹی سی مثال میں نے دی ہے تاکہ معاملہ آسان ہو جائے))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا جو ذکر کیا ہے وہ ہے جو پہلے بیان کیا ہے۔

تیسری آیت اللہ تعالیٰ کی صفت محبت کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ (التوبہ: 7)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، ﴿مَا﴾ شرطیہ ہے، فعل شرط ﴿اسْتَقَامُوْا﴾ ہے، اور جواب ہے ﴿فَاسْتَقِيْمُوْا﴾، (جب تک تمہارے لیے استقامت پر قائم ہیں تو تم بھی قائم رہو بے شک اللہ تعالیٰ متقین کو پسند کرتا ہے)۔ یعنی جو عہد وپیان آپ سے کرنے والے ہیں اور اُس پر قائم ہیں تو تم بھی اپنے عہد پر قائم رہو مسجد الحرام کے پاس جو وعدہ ہوا ہے عہد ہوا ہے اس کی وفا کرتے رہو جب تک کہ وہ اس پر قائم ہیں۔

اور یہ جملہ شرطیہ جو ہے اس کا جو منطوق ہے جو لفظ ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے عہد وپیان پر قائم رہتے ہیں ہم بھی قائم رہیں گے، اور مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ قائم نہیں رہتے تو ہمیں بھی اس پر قائم نہیں رہنا چاہیے۔

اور جو معاہد ہیں وہ تین قسم کے لوگ ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):

1- پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو اپنی عہد وپیان پر قائم ہیں ہم نے اُن کو امان دیا ہے اور وہ اپنے عہد پر قائم ہیں تو ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم بھی اس عہد پر قائم رہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (التوبہ: 7)، ((یہ جو آیت ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں))۔

2- دوسری قسم معاہد لوگوں کی جو ہے جن کے ساتھ عہد وپیان ہوتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے عہد شکنی کی ہے، تو ان کا کوئی عہد باقی نہیں رہتا کیونکہ ان لوگوں نے عہد شکنی کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ﴾ (اور اگر وہ عہد شکنی کر لیتے ہیں اپنے عہد وپیان کے بعد اور تمہارے دین پر طعن کرتے ہیں تو قتال کرو آئمۃ الکفر کے ساتھ جو کفر کے امام ہیں کہ ان کا کوئی بھی اب عہد وپیان باقی نہ رہا کیونکہ انہوں نے خود توڑا ہے) (التوبہ: 12)۔

3- شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ظاہراً استقامت دکھاتے ہیں یا اپنے عہد وپیان پر قائم ہیں لیکن ہمیں خدشہ ہوتا ہے کہ یہ خیانت نہ کر بیٹھیں یعنی کچھ قرائن ان سے نظر آتے ہیں جن سے خیانت کی گھن آتی ہے (بعض اوقات عہد وپیان ہوتا ہے لیکن اُن کی کچھ حرکتیں ایسی ہوتی ہیں ان سے یہ قرائن ملتے ہیں کہ یہ لوگ ابھی عہد

شکنی کرنے والے ہیں خیانت کرنے والے ہیں) تو ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾(الانفال:58)۔

ایسے لوگوں کے تعلق سے یعنی شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ ان کا جو عہد و پیمان ہے وہ واپس کر دینا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے "لا عهد بيننا وبينكم" کہ اب ہمارے بیچ میں یہ عہد و پیمان ختم ہے (خود ختم کر دینا چاہیے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم کیسے اس عہد کو ختم کریں جبکہ اُن سے عہد ہو چکا ہے؟!

شیخ صاحب فرماتے ہیں "لخوف الخيانة" (خیانت کے ڈر کی وجہ سے)، کیونکہ ان پر کوئی امن وامان نہیں ہے کہ یہ قائم رہیں گے اپنے عہد پر کیونکہ کبھی بھی یہ حملہ آور ہو سکتے ہیں تو ہم پہلے سے اس عہد کو ختم کر دیتے ہیں، ہم عہد شکنی نہیں کریں گے خیانت نہیں کریں گے جب تک یہ عہد اور یہ وعدہ قائم ہے کیونکہ اگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے یہ خیانت کریں گے تو ہم خود قتال شروع کر دیں یہ حرام ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ حرام ہے)، وہ کہتے ہیں یہ حرام ہے اُس وقت تک تم قتال نہیں کر سکتے جب تک کہ اُن کا یہ عہد واپس نہ کر دیا جائے اسے ختم نہ کر دیا جائے۔

واضح ہے دونوں کے بیچ میں فرق؟

یعنی مسلمانوں نے کسی کافر کے ساتھ عہد کیا ہے امن وامان کا عہد ہے دونوں قائم ہیں اسے معاہد کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں:

1- پہلی قسم ہے کہ دونوں قائم رہتے ہیں، وہ قائم رہتے ہیں تو ہم بھی قائم رہیں گے (سورۃ التوبہ آیت نمبر 7)۔

2- دوسری قسم ہے کہ وہ عہد شکنی کرتے ہیں اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم قتال کرتے ہیں اُن کے ساتھ کیونکہ عہد شکنی اُن لوگوں نے کی ہے ہم نے نہیں کی ہے، یہ اُن کی جزا اور اُن کی یہ سزا ہے (جیسے سورۃ التوبہ آیت نمبر 12 میں آیا ہے)۔

3- تیسری قسم کے وہ لوگ جنہوں نے عہد تو کیا ہوا ہے لیکن خیانت کا خدشہ ہے، اُن کے بعض معاملات سے اُن کی جو بعض باتیں ہیں اور بعض جو حرکتیں وہ کرتے ہیں تو اُن سے لگ رہا ہے کہ عہد شکنی کرنے والے ہیں، اب اس میں تین پوسیبلیٹیز (Possibilities) ہیں:

(۱) پہلی یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے یہاں تک کہ واقعی جس کا خدشہ تھا وہ ہوا اور وہ عہد شکنی کر کے اچانک حملہ آور ہوں اور نقصان پہنچائیں مسلمانوں کو۔

(۲) دوسری پوسیبلیٹی (Possibility) یہ ہے کہ ان کے ساتھ عہد کے باوجود بھی اس عہد سے عہد شکنی کر کے مسلمان خود اٹیک (Attack) کر لیں اور ان سے قتال کریں۔

(۳) تیسری پوسیبلیٹی (Possibility) یہ ہے کہ اُن کو یہ کہہ دیا جائے کہ ہم اس عہد کو ختم کر رہے ہیں اب ہمارے بیچ میں کوئی عہد نہیں ہے تم بھی تیار رہو ہم بھی تیار رہتے ہیں، تاکہ جو خدشہ تھا وہ ختم ہو گیا اور مسلمان تیار رہیں گے کسی وقت بھی اگر وہ اچانک حملہ آور ہوتے ہیں تو مسلمان اپنا دفاع کر سکتے ہیں، وہ بھی خبر دار رہیں گے کہ اُن کو پتہ ہو گا اب عہد ختم ہو چکا ہے تو کبھی بھی مسلمان حملہ کر سکتے ہیں۔

تینوں میں سے انصاف کہاں ہے کیا پہلے میں، دوسرے میں یا تیسرے میں؟ تیسرے میں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟: ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً﴾ (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ کو خدشہ ہو کسی قوم کی خیانت کرنے کا) ﴿فَانۢبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَآءٍ﴾ (تو اس عہد کو ختم کر دیں آپ (برابر، کوئی کفارہ نہیں ہے)) ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِينَ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

دیکھیں قرائن ہوتے ہیں یہ نہیں کہ مسلمانوں نے ایسے ہی عہد ختم کر دیا ہے! قرائن ہوتے ہیں اس کے:

(۱) ایک تو ہوتا ہے وقت مقرر تک۔

(۲) ایک ہوتا ہے بغیر وقت مقرر تک۔

(۳) اگر بیچ وقت مقرر کا بھی ہوا گر بیچ میں پتہ چل جائے کہ واقعی ایسے ہو رہا ہے اور یہ عہد شکنی کرنے والے ہیں اُن کے تصرفات سے اُن کے معاملات طے کرنے سے، اُن کی باتوں کے انداز سے، اُن کے طور طریقے سے پتہ چل رہا ہے لیکن کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے لیکن اہل حکمت جو ہیں اہل خبرہ جو ہیں وہ بتاتے ہیں کہ بھئی ان کا یہ معاملہ ہے، کیونکہ جب امن وامان کا معاملہ ہوتا ہے تو معاملات سب سیدھے ہوتے ہیں اچانک کوئی چینجنگ (Changing) آجائے اُن کے رہن

سہن میں اُن کے معاملات میں تصرفات میں تو پتہ چل جاتا ہے کہ بھئی وہ کس طرف جا رہے ہیں کس کس سے مل رہے ہیں، دشمنوں سے مل رہے ہیں اُن سے باتیں ہو رہی ہیں، اُن سے باتیں ہو رہی ہیں، ہمارے خلاف باتیں ہو رہی ہیں۔

تو کچھ قرائن ہوتے ہیں، ثبوت ہو تو بات ہی ختم ہے نا! خیانت ثبوت مل جائے یقینی تو بات ہی ختم ہے، یہاں پر ثبوت نہیں ہے یقینی لیکن کچھ معاملات ایسے ہو رہے ہیں کہ خیانت کا خدشہ ہے۔

﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً﴾ لفظ یہ نہیں کہ یقینی ہے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ کہ خدشہ ہے (خوف ہو)۔اور یہ کہاں سے پتہ چلتا ہے؟ قرائن سے پتہ چلتا ہے۔﴿فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ﴾، یہ نہیں کہ اسی خوف کی بنیاد پر جا کر حملہ آور ہو جاؤ اور اُن کو نقصان پہنچاؤ اور اُن کو قتل کرنا شروع کر دو۔ نہیں! اُن کو یہ اعلان کر دو کہ تمہارا عہد ختم ہو چکا ہے۔

سوال: بدگمانی میں تو نہیں شمار ہوتا؟

جواب: بدگمانی نہیں ہوتی، کافر کے ساتھ کوئی بدگمانی نہیں ہوتی کیونکہ کافر کبھی بھی عہد شکنی کر سکتا ہے۔

لیکن جب کوئی قرائن بھی نہیں ہے (دیکھیں جب قرائن کوئی بھی نہیں ہے) تو پھر پہلی آیت میں کیا ہے ؟ ﴿فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ﴾ جب تک وہ قائم ہیں تو آپ بھی قائم رہیں بات ہی ختم ہے! اُن کے تصرفات میں کوئی بھی چینجز(Changes) نہیں ہیں سب سیدھا ہے تو آپ بھی سیدھے رہیں لیکن اُن میں چینجز (Changes) نظر آ رہی ہیں اور تصرفات اُن کے معاملات میں بہت تبدیلی آ رہی ہے اور کافر کبھی بھی عہد شکنی کر سکتا ہے! یہودیوں کو دیکھ لیں بار بار کیا کرتے ہیں؟! اہل کفر کو دیکھ لیں بار بار کیا کرتے ہیں؟!

اُن کی (یہودیوں کی) تاریخ دیکھ لیں آپ کیونکہ اِن سے بار بار ہوا ہے تو اس لیے مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیے اس معاملے میں ہمیشہ۔

تو یہ تیسرا عدل وانصاف ہے جو تیسری پوسیبلیٹی (Possibility) میں نے بتائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ حکم ہے کہ اِن کو یہ پیغام دیا جائے کہ اب یہ ہمارا معاہدہ جو یہاں تک تھا اب ختم ہو گیا ہے یہاں تک بات ختم ہو گئی ہے، تاکہ وہ بھی تیار

رہیں ہم بھی تیار رہیں ورنہ ہوتا کیا ہے کہ مسلمان سمجھتا ہے کہ ابھی عہد وپیمان باقی ہے اور وہ اچانک خیانت کر کے اپنا کام کر دیتے ہیں!

دیکھیں میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ یہودی مدینہ میں معاہدہ کر چکے تھے جنگ احزاب میں کیا ہوا بنی قریظہ نے کیا کیا؟ مل گئے نا مشرکین کے ساتھ، دھوکا دیا نا اُن لوگوں نے عہد شکنی کی ہے۔

اور جنگ احزاب کیوں کہتے ہیں؟ بہت مشکل وقت تھا سب احزاب جمع ہوئے مشرکین مکہ سے اِدھر سے اُدھر سے یہاں تک کہ جو اندر مدینے میں رہتے تھے یہودی وہ بھی شامل ہوئے۔

((بہر حال، تو یہ بھی ایک علمی بات ہے کہ یہ تین طریقے ہیں معاہد کے جو ہیں یہ تین قسمیں ہیں))۔

سوال: یہ خاص لیڈر کے لیے ہیں؟

جواب: یہ لیڈر کے لیے ہیں جو بھی عہد نامے ہیں، یہ ولی اُمر کا کام ہے یہ لوگوں کا اپنے مشورے سے نہیں ہوتا کہ کوئی گروہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی مرضی سے کہے کہ نہیں ایسا ہے کافر یہ کر رہے ہیں اور اپنا کام شروع کر دیں! نہیں نہیں!

یہ ولی اُمر کا کام ہے جو حکمران وقت ہے اس کا کام ہے اگر غلط فیصلہ کرتا ہے تو وہ جوابدہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ورنہ پھر اگر ہر گروہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی باتیں کرے تو آپسی خانہ جنگی ہو جائے گی اور دشمن تو دور کی بات ہے وہ کہیں گے نہیں، عہد ہے، وہ کہتا ہے عہد نہیں ہے تو آپسی جھگڑا ہوگا کہ نہیں فساد ہوگا کہ نہیں؟! تو اس لیے یہ جو معاملات ہوتے ہیں یہ ولی اُمر اور حکمران کے ذمے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں "وقولہ" (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) ﴿الْمُتَّقِيْنَ﴾: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ متقین کون ہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں متقین وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا وقایہ اختیار کیا ہوا ہے (راستہ اختیار کیا ہوا ہے) دو کام کرنے سے "بفعل أوامره واجتناب نواهيه" (اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے جو

نواہی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اُن سے اجتناب کرتے ہوئے)،اور یہ تقویٰ کی تعریف میں سب سے اچھا اور جامع جملہ ہے کہ "المتقون هم الذين اتخذوا وقاية من عذاب الله بفعل أوامره واجتناب نواهيه" ۔

اور اس آیت میں بھی (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اسماءوصفات میں سے جیسے پہلے گزر چکا ہے اسی کا بیان ہے۔

چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾(البقرۃ:222)۔

"التّواب" صیغ المبالغہ ہے توبہ سے اور "توّاب" کہتے ہیں وہ جو کثرت سے رجوع کرے اللہ تعالیٰ کی طرف،اور توبہ کا معنی ہے "والتوبة هي الرجوع إلى الله من معصيته إلى طاعته"۔

((بڑی آسان تعریفات ہیں ڈیفینیشنز(Definition) جو ہیں بڑی آسان ہیں))۔

توبہ کا معنی کیا ہے؟"هي الرجوع إلى الله من معصيته إلى طاعته"(اللہ تعالیٰ کی طرف واپس پلٹنا نافرمانی کو چھوڑ کر فرمانبرداری کی طرف)۔ کتنی پیاری تعریف ہے مختصر سی!

شروط پانچ ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں:

1-سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کہ توبہ کی وجہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہونا چاہیے کسی اور کا ڈر یا کسی اور وجہ سے نہیں (مخلوق کی وجہ سے یا فلاں کی وجہ سے توبہ نہیں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے توبہ کرنی ہے اور اس گناہ کو چھوڑنا ہے۔

2-دوسری شرط توبہ کی ندامت کا ہونا کہ یہ گناہ ہوا ہے اس گناہ کرنے پر ندامت ہے،اور اس کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرنے والا شخص یہ تمنا کرے کہ کاش میں یہ گناہ نہ کرتا!(یہ خواہش رکھے کہ کاش میں یہ گناہ نہ کرتا اسے ندامت کہتے ہیں)۔

ورنہ گناہ کر بھی رہا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں توبہ بھی کر رہا ہوں جب وہ یقیناً یہ نہیں مان رہا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے یا وہ گلٹ فیل(Guilt feel) نہیں کر رہا تو پھر توبہ کس چیز کی ہے؟!

تو اس میں گلٹ فیل(Guilt feel) ہونا لازمی ہے کہ ندامت ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ یہ تمنا کرے کہ کاش مجھ سے یہ گناہ نہ ہوتا! یہ جو گناہ کیا ہے یہ مجھ سے نہ ہوتا!

3- تیسری شرط توبہ کی ''الإقلاع عن الذنب'' فوراً گناہ سے رُک جانا۔ اُس کے چھوڑنے سے اگر محرم کا ارتکاب ہو اور اُس کے کرنے سے اگر واجب کو چھوڑنا ہو۔

کسی نے نماز نہیں پڑھی (نماز نہیں پڑھتا بے نمازی ہے) اب وہ تائب ہو گیا ہے تو اسے نماز پڑھنی چاہیے کہ نہیں؟ نماز پڑھتا بھی نہیں ہے پھر کیا اس کی توبہ ہے؟ نہیں توبہ نا کیونکہ نماز کو ترک کرنا معصیت ہے اور اس نے اگر جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے تو کفر ہے (جیسا کہ علماء کا قول ہے اس میں اور اس کے کئی دلائل بھی ہیں)۔ تو نماز کو چھوڑنا معصیت ہے (بہت بڑی معصیت ہے) اور اس سے توبہ کے لیے یہ لازم آتا ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے۔

اگر کوئی شراب پیتا ہے ارتکاب محرم ہے (محرم کا ارتکاب کر رہا ہے) کوئی شخص توبہ کرتا ہے تو اسے فوراً رُکنا چاہیے یہ نہیں کہ شراب پی بھی رہا ہے (نعوذ باللہ) اور کہتا ہے کہ میں توبہ بھی کر رہا ہوں، یہ توبہ نہیں ہوتی۔

4- چوتھی شرط کہ عزم ہونا چاہیے (یقینی عزم ہونا چاہیے) کہ دوبارہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا (دیکھیں بعد کا ہونا بعد کی بات ہے اس وقت عزم ہے کہ میں نے دوبارہ یہ گناہ نہیں کرنا ہے)۔

پڑوسی کو تکلیف پہنچائی ہے بُرا بھلا کہا ہے، کسی کی غیبت کی ہے، یا کسی معاملے میں چغل خوری ہو گئی ہے، اب اسے یقین ہے کہ غلطی ہو گئی ہے ندامت بھی ہوئی ہے فوراً رُک بھی گیا ہے، اب یہ عزم بھی لازمی ہے کہ میں نے دوبارہ یہ کام نہیں کرنا ہے، تو عزیمت لازمی ہے۔

5- پانچویں شرط کہ توبہ توبہ کے وقت کی قبولیت کے اندر ہو، اور اس کے دو وقت ہیں (۱) ایک وقت یہ ہے کہ سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے تک اور جب سورج مغرب سے نکل جاتا ہے تو توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (۲) اور دوسرا یہ ہے کہ مرنے سے پہلے جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں توبہ قبول نہیں ہوتی (نعوذ باللہ)۔

ایک عام وقت ہے سب کے لیے ایک خاص وقت ہے ہر شخص کے اپنے لیے، عام وقت سب کے لیے جو ہے جب سورج مغرب سے نکلے گا نا پھر توبہ کے دروازے بند ہیں۔

سورج کہاں سے نکلتا ہے روز مرہ زندگی میں؟ مشرق سے نکلتا ہے اور یہ خیر کی علامت ہے، الحمدللہ کہ مشرق سے نکل رہا ہے تو توبہ بھی قبول ہو رہی ہے جس دن سورج مغرب سے نکلا اور یقیناً نکلے گا اُس دن کے بعد توبہ کے دروازے بند جو جہاں پر ہے وہیں پر رہے (نعوذ باللہ)!

توبہ دیکھیں کتنا بڑا کرم ہے اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے واللہ! ایک وقت آئے گا (نعوذ باللہ) یہ احسان بھی چھین لیا جائے گا تب اس زمین کے اوپر کوئی خیر باقی نہیں رہے گا یاد رکھیں، خیر کا اس دن سے خاتمہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا اُن لوگوں پر قیامت قائم ہوگی، بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی (نعوذ باللہ)! اور سورج کا مغرب سے نکلنا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

الغرض شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ''فالتواب: کثیر التوبة'' (کثرت سے توبہ کرنے والا)۔

ایک اور علمی نکتہ دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں، جو کثرت سے توبہ کرتا ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس نے کثرت سے گناہ کیے ہوں، اور اس سے یہ بات بھی ہمیں سمجھ آتی ہے کہ جب انسان کثرت سے گناہ کرتا ہے اور اگر ہر گناہ کے لیے اس نے الگ سے توبہ کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے، تو جس شخص سے ایک گناہ ہوتا ہے یا کم گناہ ہوتے ہیں وہ ان سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ پسند کرتا ہے من باب اولیٰ۔

ایک شخص دس گناہ کرتا ہے دس مرتبہ توبہ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، ایک شخص دو گناہ کرتا ہے اور دونوں سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ دونوں میں سے کس کو پسند کرتا ہے دس والے کو یا دو والے کو؟

من باب اولیٰ جو کم گناہ کرتا ہے اُس سے گناہ کم ہوئے ہیں، یہ نہیں کہ انسان کثرت سے گناہ کرتا رہے اور کثرت سے توبہ کرتا رہے، مطلب یہ نہیں ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾: "مُتطَهِّرِين" وہ جو طہارت کرنے والے ہیں اُحداث سے اور اَنجاس سے، جو نجاست ہے اپنے جسم سے اُس سے پاک ہو جاتے ہیں اور جو حدث ہے چاہے اکبر ہو یا اصغر ہو اس سے بھی پاک رہتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں طہارتوں کو جمع کیا ہے، طہارۃ الظاھر اور طہارۃ الباطن۔

باطن کی طہارت جو ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے ﴿التَّوَّابِيْنَ﴾ اور ظاہر کی طہارت ﴿الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾۔

اللہ تعالیٰ کسے پسند کرتا ہے؟ ﴿إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾، یہ دلیل ہے نا کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ کسے کرتا ہے؟ جو توبہ کرنے والے ہیں اور وہ جو پاک رہتے ہیں۔

جو انسان توبہ کرتا ہے تو دل کی پاکیزگی ہے، اور طہارت سے جسم کی پاکیزگی ہے (سبحان اللہ) اور اللہ تعالیٰ دونوں کو پسند کرتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں سے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

یہاں پر رُکتے ہیں کیونکہ اگلے درس میں آیتیں ہیں باقی پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں، چار آیتوں کو اگلے درس میں ان شاءاللہ بیان کریں گے۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (31.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔